اَعُوۡذُ بِااللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

یہ ساری دنیا ایک ریکارڈ ہے، ایک فلم ہے۔ جو کچھ تم نے یہاں کیا ہے، اگر پلک بھی جھپکائی ہے وہ بھی ریکارڈ ہے۔ انگلی ہلائی ہے وہ بھی ریکارڈ ہے۔ کسی کو گالی دی ہے وہ بھی ریکارڈ ہے۔ گالی دینے کے بعد اُس آدمی کو جو تکلیف ہوئی ہے اُس تکلیف کی جو وائبریشن آپ کے اندر داخل ہوئی ہے وہ بھی ریکارڈ ہے۔ اگر آپ نے کسی کو پیار سے، چاہت سے، محبت سے سینے سے لگایا ہے اُس چاہت اور پیار سے اُس آدمی کی جو کیفیات ہیں اُن کیفیات کا جو سرور ہے وہ بھی ریکارڈ ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَآ اَدۡرٰكَ مَاسِجِّیۡن" کہ جو کچھ آپ نے یہاں کیا ہے، اگر اچھائی کی ہے تو اچھائی کا درخت آپ کو وہاں ملے گا اور اچھائی کا اجر آپ کو وہاں ملے گا۔ اور اگر آپ نے برائی کی ہے تو برائی کی سزا بھی وہاں ملے گی اور برائی کی جو تکالیف ہیں اُن سے بھی آپ کو گزرنا پڑے گا۔ فَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًایَّرَہٗ ط وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّایَّرَہٗ اگر کسی بندے بشر نے ایک ذرے کے برابر خیر کی ہے نیکی کی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس میزان میں وہ چیز محفوظ ہے۔ اور اگر کسی بندے نے ایک ذرے کے برابر شر کیا ہے، برائی کی ہے، فساد برپا کیا ہے، کسی کی دل آزاری کی ہے، کسی کا حق غصب کیا ہے، اس کی ذرہ برابر بھی اگر اس سے نا انصافی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ بھی میزان ہے، وہ بھی ریکارڈ ہے فَمَنۡ یَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًایَّرَہٗ ط وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّایَّرَہٗ۔

جتنے اولیاء اللہ اس دنیا میں تشریف لائے اور آئندہ آئیں گے اور جتنے پیغمبران علیہم السلام تشریف لا چکے ہیں اور سب کی تعلیمات کا واحد نچوڑ یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اِس دنیا کا حساب آپ کو دوسری دنیا میں دینا ہوگا۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ نے یہاں اگر عیش و آرام کر لیے اور اُس عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ کے رسول کی بنائی ہوئی حدود ٹوٹ گئی ہیں تو آپ کو وہاں فائدہ نہیں ہوگا وہاں آپ کو نقصان ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے آپ کو اِس بات سے آگاہی عطا کردی ہے کہ اِس دنیا کے بعد ایک دنیا اور ہے کہ جہاں آپ کو رہنا ہے اور یہاں کا حساب کتاب دینا ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ ولا تسئلون اما كنتم تعلمون جو تمہاری یہاں کمائی ہے اُسی کے مطابق تمہیں اُس دنیا میں اجرت ملے گی۔

کسی بھی چیز کو سیکھنے کے لیے، کسی بھی علم کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ استاد اور شاگرد کا رشتہ قائم ہو اور استاد اور شاگرد کا رشتہ قائم ہونے کے بعد قربت نصیب ہو۔ آپ اپنے بچوں کو بھیجتے ہیں سکول میں۔ سکول میں بھیجنے کا مطلب یہ کہ آپ نے اپنے بچے کو استاد کی قربت سے فیض یاب کیا۔ تین چار گھنٹے وہ رہا، چھ گھنٹے رہا، سات گھنٹے رہا، جتنے بھی دیر سکول میں بچہ رہا۔ اگر اس بچے کو آپ سکول نہ بھیجیں، اگر اس بچے کی استاد سے قربت نہ ہو، وہ استاد کو نہ دیکھے استاد اسے نہ دیکھے،

وہ استاد کی بات نہ سنے استاد اسے کچھ نہ سنائے تو بچہ جو ہے علم نہیں حاصل کرسکتا۔ یہ قانون بن گیا کہ کچھ سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو قربت حاصل ہو۔ اب قربت کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ ماشاء اللہ اب آپ اتنے سارے شاگرد ہو گئے ہیں تو اب یہ تو ممکن ہے کہ استاد ہر گھر میں جا کے کنڈی بجائے کہ بھئی میں آ گیا ہوں مجھ سے سیکھ لو، جو یہ ہو رہا ہے میرے ساتھ تو تقریباً یہی ہو رہا ہے۔ یورپ والے کہتے ہیں ہمیں آ کے سکھا دو، لاہور والے کہتے ہیں ہمیں آ کے سکھا دو، پنڈی والے کہتے ہیں جی ہم انتظار میں بیٹھے ہیں بس آپ آئیں اور علم کے فوارے چھوڑ دیں اور ہم سیکھ لیں۔ تو اب یہ سوچ سوچ کے پھر یہی ایک حل سمجھ میں آیا کہ بھئی کم از کم مہینے میں ایک بار ہی سہی آپ لوگوں سے قربت حاصل ہو اور اُس قربت سے آپ کو جو سیکھنا ہے جس کے لیے آپ نے سلسلے کو قبول کیا ہے۔ سلسلے کے جو اغراض و مقاصد ہیں، قواعد وضوابط ہیں اُن پر عمل کرنے کا آپ نے وعدہ کیا ہے تو اس کی قربت کا ہمارے پاس بس یہی ایک طریقہ ہے کہ ہم آپ کو بلائیں اور آپ کو اپنی باتیں سنائیں اور آپ کو اس طرف متوجہ کریں کہ یہ دنیا عارضی دنیا ہے۔ اِس سے کوئی آدمی انکار نہیں کرسکتا۔

اب دیکھئے میں آپ کے سامنے نانا دادا بنا بیٹھا ہوں۔ میرے ابا بھی چلے گئے، میری اماں بھی چلی گئیں، میرے دادا بھی چلے گئے، میرے نانا بھی چلے گئے۔ اور تو اور میرے مرشد بھی تشریف لے گئے۔ تو اب یہ ہے کہ جب میں نانا بن گیا، میں دادا بن گیا، تو جیسے میرے نانا دادا چلے گئے مجھے بھی جانا ہے۔ اللہ آپ سب کو دادیاں نانیاں بنائے، دادے نانے بنائے، بہت ساری آپ کی نسل چلے، آپ کو بھی جانا ہے۔ دنیا میں جو بھی آ گیا اُسے یہاں رہنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت کہ جو پیدا ہو گیا اُسے یہاں سے بہر حال جانا ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب آپ وہاں جائیں گے تو آپ کے پاس تھوڑا سرمایہ بھی ہونا چاہیے۔ گھر بھی ہونا چاہیے۔ وہاں کوئی رشتے داری بھی ہونی چاہیے۔ وہاں کے لیے کوئی، سفر کے لیے کوئی سامان بھی ہونا چاہیے۔ آپ سب لوگ بہت ٹھنڈے دل سے آرام سے ابھی ایک منٹ کے لیے سوچیں کیا ہمارے پاس، جب ہم امریکہ جاتے ہیں ہمارے پاس پیسے نہیں ہوتے؟ یا ہم برطانیہ جاتے ہیں یا لاہور جاتے ہیں یا دوسرے شہر جاتے ہیں ہمارے سامنے ٹھکانہ نہیں ہوتا؟ بھئی ہماری خالہ ہے، دوست ہے، یہ ہے وہ ہے۔ جب ہمیں اِس دنیا سے اُس دنیا میں جانا ہے...... اچھا! اِس دنیا میں کتنے دن رہنا ہے؟ زیادہ سے زیادہ، زیادہ سے زیادہ بہت عمر ہو گئی تو سو سال رہنا ہے۔ اور اُس دنیا کا تو پتہ ہی نہیں ہے ایک لاکھ سال رہنا ہے، پانچ ہزار سال رہنا ہے، دو ہزار سال رہنا ہے، کتنے ہزار سال رہنا ہے۔ تو سوچنے کی بات یہ ہے آپ سب لوگ بہت ہی ٹھنڈے دل سے غیر جانبدار ہو کر یہ سوچیں کیا اُس دنیا میں جانے کے لیے ہمارے پاس کوئی سرمایہ ہے؟ وہاں کوئی گھر ہے؟ وہاں کوئی ہمارا دوست ہے کہ جس کے پاس جائیں گے بھئی کہ ایک دو دن ہمیں ٹھہرا لے؟ کیا جواب ہے آپ سب کا؟ بات کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ مرنے کے بعد کی دنیا کو یہ تصور کریں کہ ایک ملک سے آپ دوسرے ملک جا رہے ہیں۔ جب آپ ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے ہیں تو سب سے پہلے تو یہ ہے کہ آپ کسی ٹھنڈے ملک میں جا رہے ہیں تو آپ پہلے

اُس کا انتظام کرتے ہیں کہ سردی سے بچاؤ کے لیے کپڑے ہونے چاہیئیں۔ پیسے بھی ہونے چاہییں تھوڑے سے۔ جب ہمارا گزارا اِس دنیا کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں بغیر سرمائے کے نہیں ہوتا تو مرنے کے بعد کی جو زندگی ہے کیا اُس کے لیے ہمارے پاس کوئی سرمایہ ہے؟ نہیں ہے یا ہے؟ جب نہیں ہے تو بھئی وہاں کس طرح رہوگے؟ اتنی لمبی زندگی کس طرح گزاروگے؟ یہاں تو سہارا بھی ہے۔ دیکھئے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ ماں باپ نے سنبھال لیا، بہن بھائیوں نے سنبھال لیا۔ بچہ بڑا ہوگیا، جوان ہوگیا۔ وہاں تو ماں باپ ہے ہی نہیں۔ ماں باپ تو یہاں کی چیز ہے۔ وہاں کوئی اماں ابا نہیں ہے۔ نہ کوئی بھائی ہے نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی شوہر ہے۔ وہاں تو ہر آدمی کو اپنی زندگی خود گزارنی ہے۔ جیسی بھی ہے۔ اگر اچھی ہے تو اچھی گزرے گی۔ اگر اچھی نہیں ہے تو بری گزرے گی۔ تو جب وہاں کے لیے آپ کے پاس کوئی گھر نہیں ہے، کوئی دَر نہیں ہے، کوئی پیسہ نہیں ہے، کوئی کپڑے نہیں ہیں، کوئی وہاں آپ کا دوست نہیں ہے تو آپ اتنی طویل زندگی آخر کس طرح گزاریں گے؟ اچھا! آپ کہیں گے زندگی پتہ نہیں ہے کہ نہیں ہے۔ یہ بات اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اللہ بھی کہتا ہے زندگی ہے اور اللہ کا رسولؐ بھی کہتا ہے زندگی ہے۔ اولیاء اللہ سارے کہتے ہیں زندگی ہے اور اولیاء اللہ یا اللہ کے رسول محض زبانی بات نہیں فرماتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ایسا ہے۔ جتنے اولیاء اللہ بتاتے ہیں کہ دنیا بھئی اسی طرح کی دنیا ہے۔

جب ہمارے پاس کچھ سرمایہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس وہاں کوئی گھر نہیں ہے تو وہاں ہماری زندگی اچھی گزرے گی یا برباد گزرے گی؟ اب یہاں دیکھیں نا! یہ جو کتے بلے ہوتے ہیں اِن کے گھر تھوڑا ہی ہوتے ہیں۔ اب یہ زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن انسان ہیں انسان کا یہ وصف ہے کہ بستی میں رہتا ہے گھر بناتا ہے۔ آرام و آسائش کے سامان اللہ تعالیٰ کے وسائل کے تحت اکٹھا کرتا ہے۔ خوش رہتا ہے، ناخوش بھی رہتا ہے۔ لیکن وہاں سوائے ناخوشی کے کون سی چیز ہے جس کو ہم ساتھ لے کے جا رہے ہیں؟ ایک ہی جواب ہوگا ''کچھ نہیں۔'' مرنے سے تو کوئی بھی آدمی انکار کر نہیں سکتا، مفر ہے نہیں۔ وہ تو مرنا ہے اس لیے کہ مسلسل ایک تجربہ ہے۔ دادا پڑدادا، نانا پڑنانا، نانی ماں باپ بہن بھائی سبھی چلے جاتے ہیں۔

اولیاء اللہ کا مشن یہ ہے کہ نوع انسانی کو اِس بات سے آگاہ کر دیا جائے کہ یہاں کے بعد کی جو زندگی ہے وہ بڑی کٹھن زندگی ہے۔ بہت تکلیف کی زندگی ہے۔ یہاں آپ نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔ توبہ استغفار بھی کر سکتے ہیں۔ روزہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ کسی کا روزہ کھلوا بھی سکتے ہیں۔ وہاں تو نماز روزہ ہے ہی نہیں۔ وہاں نماز کا ثواب آپ کو نہیں ملتا۔ نماز آپ وہاں پڑھیں، ضرور پڑھیں لیکن یہ دنیا مزرعہ آخرت ہے۔ اگر آپ نے یہاں نمازیں صحیح کر لیں۔ اگر آپ نے یہاں روزے صحیح رکھ لیے۔ اگر آپ نے یہاں حقوق العباد کا خیال کیا تو وہاں اُس کا اجر آپ کو ملے گا اور اگر نہیں کیا تو اجر نہیں ملے گا۔ سارا قرآن پڑھیں اُس میں لکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ جو یہاں کروگے وہاں بھروگے۔

اِس قربت کے حوالے سے جو آپ حضرت زحمت کر کے یہاں تشریف لاتے ہیں اور ہم سے آپ کو قربت نصیب ہو جاتی ہے۔ ایک نشست میں ہم لوگ یہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ منشا یہی ہے کہ آپ کے ذہن میں اِس دنیا کا اور اُس دنیا کا صحیح

نقشہ آجائے۔ اگر ہمارے اندر یقین راسخ ہوجائے تو اِس دنیا کے بعد بھی دوسری دنیا ہے تو ہم لازماً اُس دنیا کی کچھ نہ کچھ تیاری کرلیں گے۔ اِس دنیا میں اور اُس دنیا میں ایک پردہ پڑا ہوا ہے لیکن سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اگر انسان یہاں بیٹھ کر کوشش کرے اور اُس پردے کو ہٹانا چاہے تو وہ پردہ ہٹ جاتا ہے اور اُس دنیا کا تمام ریکارڈ، اُس دنیا کی تمام زندگی اور اُس دنیا کے شب و روز سامنے آجاتے ہیں۔ اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مُوْ تُوْ قَبْلَ اَنْتَ مُوْ تُوْ ''مر جاؤ مرنے سے پہلے''۔ یعنی اِس دنیا میں رہتے ہوئے، اِس سے پہلے کہ موت آئے یا ملک الموت آپ کے پاس آ کے کھڑا ہوجائے کہ چلو جی اب چھٹی، اِس سے پہلے کہ ملک الموت آئے آپ اُس دنیا سے وقوف حاصل کرلیں۔ جب آپ اُس دنیا سے وقوف حاصل کرلیں گے تو اُس دنیا کی جو ضروریات ہیں، اُس دنیا کے جو لوازمات ہیں اُس سے بھی آپ واقف ہوجائیں گے۔ اور جب واقفیت حاصل ہوجائے گی آپ اُس دنیا میں رہنے کے لیے سرمایہ جمع کریں گے۔ اور اُس دنیا میں رہنے کے لیے سرمایہ کیا ہے؟ وہ ہمارے اعمال ہیں۔ اچھے اعمال سرمایہ ہیں برے اعمال خسارہ ہیں۔

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان گھاٹے میں ہے خسارے میں ہے۔ اگر اس کا کوئی سرمایہ ہے، اگر اس کا کوئی بینک بیلنس ہے، اگر اس کی کوئی جمع پونجی ہے تو وہ اُس کے اچھے اعمال ہیں۔ اچھے اعمال کی تشریح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سب جانتے ہیں اچھے اعمال کسے کہتے ہیں۔ سب سے اچھا عمل تو حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو اپنے لیے چاہتا ہے وہ اپنے بھائی کے لیے بھی چاہے۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو۔ غصہ نہ کرو۔ حسد نہ کرو۔ کسی کی دل آزاری نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر توبہ استغفار کرتے رہو۔ نیکیوں کو اختیار کرو برائیوں سے اجتناب کرو۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جس کو بتانے کی کہنے کی سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ہم جو آپ کو یہاں بلاتے ہیں اور مسلسل چالیس سال سے ایک سلسلہ شروع ہے۔ اُس کے پیچھے ہمارا منشا یہ ہے کہ اِس زندگی اور اُس زندگی کا تقابلی جائزہ آپ کے سامنے آجائے۔ آپ اِس بات کا انتخاب کرسکیں کہ اِس دنیا میں چند روز رہنا ہے اور اُس دنیا میں زندگی بھر رہنا ہے۔ چند روزہ زندگی میں ہمیں کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، کتنی جدوجہد اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ جہاں آپ کو مستقل رہنا ہے وہاں کے لیے، چونکہ اعمالِ صالحہ جو ہیں وہ یہاں کے اعمالِ صالحہ وہاں کام آئیں گے، وہاں جو بھی کچھ ہے اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ کھیتی کاٹنا ہے۔ بونا یہاں ہے کاٹنا وہاں ہے۔ وہاں زمین تو ہے لیکن اُس میں کاشت نہیں کی جاتی۔ زمین یہاں کی، بیج یہاں ڈالیں گے، کاشت یہاں ہوگی۔ اولیاء اللہ کا یہی درس ہے، یہی پیغام ہے کہ ہر انسان اِس بات سے آگاہ ہوجائے کہ یہ دنیا عارضی دنیا ہے اور اِس دنیا میں جو کچھ بھی آدمی کرتا ہے، خیر کرتا ہے یا شر کرتا ہے وہی اُس کی وہاں کی زندگی ہے۔ جب کوئی انسان نفع اور نقصان سے واقفیت حاصل کرلیتا ہے، قدرت کا ایک نظام ہے خود بخود اُس کا قدم نفع کی طرف اٹھتا ہے۔ اگر ہمیں اُس دنیا کے بارے میں معلومات نہیں ہوتیں تو پھر نفع کی طرف ہمارا قدم نہیں

اٹھے گا نقصان ہی نقصان ہوگا۔ اُس دنیا سے واقفیت کا کیا طریقہ ہے؟ ہم اُس دنیا کو غیب کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دے سکتے، ایسا غیب جو ہماری اِن آنکھوں سے نظر نہیں آتا لیکن اِس دنیا اور اُس دنیا کے درمیان جو پردہ غیب بنا ہوا ہے اُس پردے کو ہم اٹھا سکتے ہیں اور اُس پردے کو اٹھانے کا جو طریقہ ہے، وہ اولیاء اللہ نے جو بتایا ہے وہ مراقبہ ہے۔ مراقبہ کرنے سے انسان کے اندر ایسی صلاحیت بیدار اور متحرک ہوجاتی ہے کہ جس کے ذریعے انسان غیب کی دنیا سے روشناس ہوجاتا ہے اور مرنے کے بعد کی دنیا سے بھی اُس کو اِسی طرح روشناسی حاصل ہوجاتی ہے جس طرح اِس دنیا سے وہ روشناس ہے۔

''جنت کی سیر'' کتاب آپ لوگوں نے غالباً پڑھی ہوگی۔ اُس میں اعراف کا کافی حال احوال درج ہے۔ وہاں عجیب صورتِ حال ہے۔ کھانا وہاں فری ہے۔ کپڑا وہاں فری ہے۔ رہائش وہاں فری ہے۔ کوئی کرایہ بھاڑہ نہیں۔ بجلی کا بل وہاں نہیں آتا۔ گیس کا بل وہاں نہیں ہے۔ چولہا ہانڈی وہاں نہیں ہوتا۔ لانڈری وہاں نہیں کھلی ہوئی کہ صاحب کپڑے آپ کو دھونے ہیں۔ اسٹور ہیں بڑے بڑے۔ آپ دن میں چار دفعہ کپڑے بدل لیں، دل چاہے آپ سال بھر میں ایک دفعہ بھی نہ بدلیں کوئی آپ کو کہنے والا نہیں ہے۔ میرا خیال ہے مسلمان تو ہفتے کے ہفتے ہی بدلتے ہوں گے۔ زندگی بھر جمعے کے علاوہ تو کہتے ہیں ثواب ہی نہیں ملتا نہائے بغیر۔ کھانے کا بھی یہی عالم ہے۔ کھانے کا لوگ عجیب منظر بتاتے ہیں۔ ایک دیگ میں پلاؤ پکتا ہے۔ دیگ میں پلاؤ پک گئی۔ اب اُس میں اچھے اعمال کے لوگ بھی ہیں بُرے اعمال کے لوگ بھی ہیں، جا رہے ہیں کھانا کھانے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ ایک ہی کھانا ہے۔ ایک ہی دیگ ہے۔ ایک ہی قسم کے چاول ہیں۔ وہ آدمی جس نے یہاں سے کوئی سرمایہ وہاں نہیں بھیجا یعنی اعمالِ صالحہ کا وہاں کوئی ذخیرہ نہیں ہے۔ جب وہ چاول کھاتا ہے تو کہتا ہے یہ تو بڑے بدبودار چاول ہیں۔ اِس میں تو کنکری ہے۔ اِس میں تو نمک تیز ہوگیا۔ یہ تو حلق سے ہی نہیں اُتر رہے۔ کس قسم کا بدمزہ کھانا ہے۔ وہی کھانا جب اعمالِ صالحہ والا کھاتا ہے۔ کہتا ہے سبحان اللہ! کیا خوشبو ہے۔ کیا عمدہ کھانا ہے۔

یہ بات بہت غور طلب ہے۔ اعمال کے حساب سے انسان کی حِسّوں میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔ اگر کسی آدمی کے اعمال صحیح نہیں ہیں۔ اُس کی سونگھنے کی جو حِس ہے، قوتِ شامہ ہے، وہ خوشبو کو بدبو سمجھتی ہے۔ اُس کے اندر جو قوتِ ذائقہ ہے۔ شیریں اور بہترین، عمدہ، خوش ذائقہ کھانے کو بد ذائقہ ہی سمجھتی چلی جاتی ہے۔ وہی کھانا جب اعمالِ صالحہ والا کھاتا ہے، تو کہتا ہے خوش ذائقہ کھانا ہے، لذیذ کھانا ہے، خوشبودار کھانا ہے۔ یہی صورتِ حال وہاں لباس کی ہے۔ یہی صورتِ حال وہاں رہائش کی ہے۔ یہی صورتِ حال وہاں نیند کی ہے۔ یہی صورتِ حال وہاں تقریبات کی ہے۔ تقریبات بھی ہوتی ہیں وہاں۔ بہت تقریبات ہوتی ہیں۔ ان تقریبات کو بھی کہتے ہیں کیا بکواس ہے لاحول ولا قوۃ یہ ڈھول بج رہا ہے یا گدھا بول رہا ہے۔ دوسرا آدمی کہے گا، واہ سبحان اللہ! کیا سُریلی آواز ہے۔

اِس بات کو آپ غور سے سنیں۔ اِس میں ذرا تھوڑی سی گہرائی ہے۔ اعمالِ صالحہ سے آدمی کے حواس بھی صالح ہوجاتے ہیں۔ چونکہ انسان کے اندر انوار و تجلیات کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ اُس ذخیرے کی بنیاد پر انسان کی حس میں تبدیلی آجاتی ہے۔ غم باہر

جاتا ہے خوشی دَر آتی ہے۔ خراب ذائقہ اچھا لگتا ہے۔ بدصورت آدمی خوبصورت لگتا ہے۔ لیکن اگر اعمالِ صالحہ نہیں، اعمالِ بد ہیں تو خوبصورت شکل بھی بدصورت نظر آتی ہے۔ اچھا کھانا بھی برا لگتا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جو آپ کہیں بھئی یہ تو کہانی بتادی جی۔ کہانی نہیں۔ ایک آدمی غمگین اور پریشان ہے۔ آپ سوچ کر بتائیں کہ غمگین اور پریشان آدمی کے سامنے جب کوئی ہنستا ہے۔ وہ کہتا ہے میاں! تمھیں کوئی کام ہی نہیں ہر وقت بتیسی ہی نکالتے رہتے ہو۔ یعنی اُس کو غمگین اور پریشان آدمی کو ہنستا ہوا آدمی برا لگتا ہے اور خوش مزاج آدمی کو، پرسکون آدمی کو روتا بسورتا آدمی برا لگتا ہے کہ میاں کیا دنیا ختم ہوگئی، کیا قیامت آگئی، کیا چُور ہوگئے ہو بھئی۔ جب انسان کی خوشی اور غم اُس کے حواس پر اثر انداز ہوتے ہیں تو وہ مرنے کے بعد کی بات ہے بھئی۔ وہاں تو یہ جسم ہے ہی نہیں۔ وہاں تو خالص جسم ہے جو جسم حواس بناتا ہے۔ یہاں وہ جسم ہے جس پر حواس Apply کرتے ہیں۔ مرگیا آدمی، کہاں ہیں حواس؟ حواس بنانے والی ایجنسی کوئی اور ہے۔ آدمی مرجاتا ہے نا؟ اُس میں حواس رہتے ہیں؟ سونگھنے کے حواس، چھونے کے حواس، کسی قسم کے کوئی حواس نہیں۔ وہاں جو آدمی رہتا ہے، وہاں جو خاتون رہتی ہے، وہاں جو جوان یا بوڑھا رہتا ہے وہ خالص جسم سے رہتا ہے۔ اُس جسم سے رہتا ہے جو جسم حواس بنا کر اِس مادی جسم پر Apply کرتا ہے، مادی جسم پر اطلاق ہوتا ہے ان حواس کا۔

اس بات پر آپ ذرا غور فرمائیں کہ جب یہاں مصنوعی حواس متاثر ہوتا ہے پریشانی سے۔ تو اصل حواس بنانے والے جسم کو جب وہاں پریشانی لاحق ہوگی اُس کے ساتھ کیا بیتے گی۔ اچھا گزرے گا یا برا گزرے گا؟ برے اعمال کے برعکس اب اعراف میں وہ لوگ بھی ہیں جو اعمالِ صالحہ کرتے ہیں، جی ہاں جنتی ہیں۔ جنتی لوگ ہر چیز کو اچھا ہی سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اچھے ہی ماحول میں رہتے ہیں۔ نہریں ہوں گی پانی کی، شفاف موتی جیسا پانی۔ شہد کی نہریں ہوں گی، دودھ کی نہریں ہوں گی۔ باغات ہوں گے، پھول ہوں گے، پھل ہوں گے۔ بہترین سہانا موسم ہوگا۔ بادل ہوں گے۔ ترشح ہوگا۔ بونداباندی ہوگی۔ اب ظاہر ہے وہ جو لوگ ہیں جو اُس ماحول میں اور فضا میں رہتے ہیں وہ کیا اِن لوگوں سے کوئی روابط وضبط رکھیں گے اپنا کوئی تعلق قائم رکھیں گے؟ اماں نیک ہے، بیٹا بد ہے۔ اُن کی فضا ہی الگ ہے، اِن کی فضا ہی الگ ہے۔ لیکن اگر ماں بھی نیک ہے بیٹا بھی نیک ہے۔ کیونکہ دونوں ایک فضا میں ہیں۔ ماں بیٹے کا رشتہ تو نہیں ہوگا لیکن ماں اور بیٹے کا تعلق اور محبت برقرار رہے گی۔ اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے اعمال اختیار کیے جائیں، ایسے سرمائے کا انتخاب کیا جائے کہ جس سرمائے سے ہمیں خوشی میسر آئے۔ جب وہ خوشی میسر آئے گی سبھی کوشش کریں گے تو خوش رہنے والے بندے ایک ہی جگہ رہیں گے۔ غمگین رہنے والے بندے ایک جگہ رہیں گے۔

آپ نے دیکھا ہوگا مثال بڑے دیتے ہیں۔ کوّا بھی پرندہ ہے کبوتر بھی پرندہ ہے۔ کبھی آپ نے نہیں دیکھا ہوگا کہ کووں کی دوستی کبوتروں سے ہوئی ہو، کبوتروں کی دوستی کووں سے ہوئی ہو۔ دیکھا ہے کسی نے؟ کیوں بھئی کسی نے دیکھا ہے کہ کووں نے کہا کائیں کائیں میں تمہارے ساتھ دوستی کروں گا۔ کبوتر کہتے ہیں غٹرغوں بھاگو بھئی ہمارا تمہارے سے کیا تعلق؟

بالکل یہی صورتِ حال اعمالِ بد کی اور اعمالِ نیک کی ہے۔

اولیاء اللہ نے جتنے سلسلے قائم کیے ہیں اُن کی تعلیمات بھی یہی ہیں کہ اِس دنیا میں رہتے ہوئے اُس دنیا کا خیال کرو۔ اِس دنیا میں رہتے ہوئے اِس دنیا کو بھی جنت بناؤ۔ جب اِس دنیا کو آپ جنت بنا لیں گے تو لامحالہ جب وہاں جائیں گے تو وہاں بھی آپ کو جنت ہی ملے گی۔ لاما کسبت و ما کسبت جب آپ نے سارے کام ہی جنت کے کیے ہیں تو آپ کی کمائی کیا ہوئی؟ جنت ہی ہوئی نا! وہاں پہ جنت ملے گی۔ اور اگر اِس دنیا میں آپ نے جنت کی کمائی نہیں کی تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جب آپ نے شہتوت کا درخت بویا ہی نہیں ہے درخت ہی آپ نے کانٹوں کا بویا ہے۔ اُس پہ تو شہتوت نہیں لگتے۔ اُس پہ تو کانٹے ہی لگیں گے۔ یہ جتنے بھی سلاسل ہیں اُن سلاسل کا مقصد ہی یہی ہے کہ پوری نوعِ انسانی کو اور خصوصاً حضور سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو یہ درس دیا جائے، یہ سبق سکھایا جائے، اِس بات کی پریکٹس کرادی جائے کہ اِس دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا کو جنت بنانا ہے۔ مثلاً ایک آدمی یہاں خوش رہتا ہے، ایک آدمی یہاں غمگین رہتا ہے۔ اب آپ یہ بتایئے خوش رہنے والا جنتی ہے یا غمگین آدمی جنتی ہے؟ خوش رہنے والا جنتی ہے۔ لیکن فی العمل ہماری جو زندگی ہے، ہمارا جو روّیہ ہے اُس رویے میں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ کوئی آدمی خوش رہنا ہی نہیں چاہتا۔ سب کچھ ہے خوشی نہیں ہے۔ شوہر بھی ہے، بیوی بھی ہے، بچے بھی ہیں، الحمدللہ گھر بھی ہے، کاروبار بھی ہے، گاڑی بھی ہے، سبھی کچھ ہے لیکن آدمی خوش نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ کون سی ایسی نعمت ہے اللہ نے جو آپ کو نہیں دی ہوئی؟ اگر تھوڑا سا کاروبار خراب ہوگیا، نوکری نہیں ملی چند دن کے لئے، مل جائے گی۔ بھئی کھانے کو، پہننے کو، رہائش کو، خاندان سبھی کچھ تو ہے۔ پھر کیوں ناخوش ہیں؟

حضور قلندر باباؒ سے میں نے یہی سوال، جو آپ سے کررہا ہوں، اُن کی خدمت میں بھی عرض کیا تھا۔ کہ صاحب سب کچھ ہے آدمی خوش کیوں نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا بھئی آدمی خوشی سے واقف ہی نہیں ہے تو خوش کس طرح ہوگا۔ جن چیزوں کے پیچھے خوشی ہے ہی نہیں وہ ان کو خوشی کا دریا کہتا ہے۔ اگر تم کڑوے کو میٹھا کہنے لگو تو تمہارے کہنے سے کڑوا میٹھا تو نہیں ہوجائے گا۔ وہ تو کڑوا ہی رہے گا۔ خوش ہم اس لیے نہیں ہیں کہ ہم نے اپنے اس مادی وجود کو اٹل سمجھا ہے۔ خوش ہم اس لیے نہیں ہیں کہ ہم نے یہ بات نوٹ کرلی ہے، یقین کرلی ہے، غلط یقین کرلی ہے کہ ہمیں اِس دنیا سے جانا نہیں ہے ہمیں زندہ رہنا ہے۔ خوش ہم اس لیے نہیں ہیں کہ جو چیزیں ہمیں حاصل ہیں ہم نے کبھی ان کا اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ جو چیز ہمیں حاصل نہیں ہے ہم نے ہمیشہ اللہ کا شکوہ کیا ہے۔ آنکھ ہے، ناک ہے، کان ہے اور دوسری اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ آپ بتایئے اگر ہم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرکے اُس کا شکر ادا کرنا شروع کردیں، کیا ایسی کوئی گنجائش نکلتی ہے کہ یہاں ہم ناخوش ہوں؟

اب یہ جسم ہے ہمارا ہڈیوں کا ڈھانچہ، اس کے اندر اب یہ گردے، پھیپھڑے، دل، آنتیں، دماغ مل جاتے ہیں، یہ سب بنادی ہیں انہوں نے ہڈیاں۔ اس ڈھانچے کی، اس سٹرکچر کی جو قیمت ہے، اگر آپ کی ساری ہڈیاں تبدیل کردی جائیں تو دو کروڑ روپے بنتے ہیں۔ جتنے یہاں لوگ بیٹھے ہیں، ہر آدمی کی ہڈیوں کا ڈھانچہ دو کروڑ روپے کا ہے۔

خدانخواستہ ہڈی ٹوٹ جائے ، ہڈی لگوالو۔ ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ جائے ٹانگ کی ہڈی لگوالو۔ پسلی ٹوٹ جائے پسلی لگوالو۔ ہنسلی ٹوٹ جائے ہنسلی لگوالو۔ اگر یہ ساری ہڈیاں ، ابھی گوشت پوست پٹیاں وٹیاں نہیں ہیں ، یہ آپ ساری لگوائیں تو اس کی دو کروڑ روپے قیمت بنتی ہے۔ آپ غور فرمائیں کونسا ایسا بندہ ہے جو دو کروڑ کی مشین کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اس مشین کو چلانے کے لیے آپ کو ہوا چاہیے۔ مفت ہے۔ ہم نے کتنا شکر ادا کیا اللہ تعالیٰ کا؟ اس مشین کو چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وسائل پیدا کیے۔ سبزیاں اگائیں۔ اناج پیدا کیا۔ پھل پیدا کیے۔ بارش برسائی۔ زمین بنائی۔ بتایئے ہم نے کتنی دفعہ شکر ادا کیا؟ جو چیزیں ہمیں حاصل ہیں وہ ہماری نظر میں ہی نہیں ہیں۔ جو چیزیں حاصل نہیں ہیں ان کا کچھ ہوا نہیں ، اس لئے ناخوش ہیں۔ اِس ناخوشی کی جو بنیاد ہے وہ یہ ہے کہ ہم اِس مادی وجود کو ہی اصل سمجھتے ہیں۔ اس مادی وجود کو چلانے والی شے یعنی رُوح، اس کے بارے میں سوچتے نہیں۔

جتنے بھی سلاسل ہیں اُن سلاسل کے اسباق میں یہی بات بتائی جاتی ہے، اسی کی پریکٹس کرائی جاتی ہے، اس کا پریکٹیکل کرایا جاتا ہے کہ مادی وجود کو چلانے والا جسم اصل جسم ہے۔ جب کوئی بندہ اپنے اصل جسم کو جان لیتا ہے ، پہچان لیتا ہے تو وہ سچی خوشی سے واقف ہو جاتا ہے۔ اور جب تک انسان فکشن میں ہے ، مفروضہ میں ہے ، گھٹنے والی چیز میں ہے ، سڑنے والی چیز میں ہے ، فنا ہو جانے والی چیز میں ہے ، نیست و نابود ہونے والی چیز میں ہے ، مٹی کے ذرات میں تبدیل ہونے والی چیز میں ہے۔ اپنا انہماک رکھتا ہے ناخوشی میں۔ مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ زندہ ہیں تو اس مادی وجود کو ملیامیٹ کر دیں۔ نہیں! اس کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت خوبصورت تصویر بنائی ہے۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہتے ہیں دیکھو! میں نے ماں کے پیٹ میں کیسی کیسی خوبصورت تصویریں بنائی ہیں۔ بے شک کیا یہ سب خوبصورت تصویریں نہیں ہیں۔ اس کی بھی حفاظت ضروری ہے لیکن یہ خوبصورت تصویر گھٹنے والی ہے۔ یہ خوبصورت تصویر اللہ کے نظام کے تحت فنا ہونے والی ہے۔ یہ خوبصورت تصویر مٹی میں جا کر مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جانے والی ہے۔ اصل تصویر، اصل انسان وہ ہے جو اس تصویر کو بڑھا رہا ہے ، جو اس تصویر کو گھٹا رہا ہے، جو اس تصویر کو مکمل کر رہا ہے اور جو اِس تصویر کو نئے نئے رنگ روپ دے رہا ہے۔ اور اس کو آپ روح کہہ سکتے ہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی طرزِ فکر کا پرچار کرنے والے اولیاء اللہ انسانوں کو یہی درس دیتے ہیں ، یہی سبق دیتے ہیں کہ اِس دنیا میں رہتے ہوئے اُس سچی خوشی کو تلاش کرو جس سچی خوشی کو زوال نہیں ہے۔ اِس دنیا میں رہتے ہوئے اُس زندگی کا مشاہدہ کرلو جس زندگی میں ٹوٹ پھوٹ نہیں ہے۔ اِس دنیا میں رہتے ہوئے اُس عالم کو دیکھ لو، سمجھ لو ، وہاں سے گھوم پھر کر واپس آجاؤ کہ جس کی زندگی کا کوئی پیمانہ نہیں ہے ، کوئی مدت نہیں ہے کہ سو سال کے بعد مرجائے گا یا اسی سال کے بعد مرجائے گا۔ یہی انبیاء علیہم السلام کا پیغام ہے۔ یہی ان کے وارث اولیاء اللہ کا پیغام ہے اور یہی پیغام حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا ہے ...... کہ ہم آپ کو ایک اور ایک دو ، دو اور دو چار کے حساب سے جو صحیح بات ہے وہ آپ کو بتاتے ہیں۔ جو کچھ اللہ سے ،

اپنے مرشد کے کرم سے، فیض سے، محبت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو، اپنے شاگردوں کو معلومات پہنچاتے رہیں لیکن ساتھ ساتھ آپ کا بھی فرض ہے کہ جو کچھ آپ یہاں سنیں وہ محض لفظ لے کر نہ جائیں کہ ''واہ بھئی کیا اچھی تقریر تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ ہال خاموش ہے۔ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔'' اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ آپ نے محنت کی ہے۔ اتنی دور دراز سے آپ لوگ تشریف لائے۔ اپنا وقت خرچ کیا ہے۔ کہیں تو گھروں میں ایسا ہوا ہوگا، کہیں خاوند ناراض ہوئے ہوں گے، کسی کی بیویاں ناراض ہوئی ہوں گی، کسی کے بچے ناراض ہوئے ہوں گے، کہیں والدین بھی ناراض ہوئے ہوں گے کہ ہمارے بچے وہاں کہاں عظیمی صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ یہ سب کچھ آپ برداشت کر کے یہاں تشریف لائے ہیں تو آپ کی یہ ذمہ داری ہے، آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ اِس دنیا کو اور اُس دنیا کو جو اِس کے بعد ہے خود کو اور اپنی روح کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اُس کا طریقہ یہی ہے کہ جو اسباق سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کے آپ کو بھیجے ہیں، آپ اُن پر عمل کریں۔ مراقبے میں کوتاہی نہ کریں۔ سلسلۂ عالیہ عظیمیہ کا لٹریچر پڑھیں۔ لٹریچر بہم پہنچانے کے لیے، ہوتا ہے کسی آدمی کے حالات ایسے نہیں ہوتے کہ وہ کتابیں خرید سکے، اس کے لیے عظیمیہ روحانی لائبریریاں جگہ جگہ قائم کی گئی ہیں۔ اس کے لیے شرط یہی ہے کہ آپ لوگ وہاں جائیں۔ کتابیں پڑھیں۔ لٹریچر پڑھیں۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے اُس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اپنے سے جو زیادہ جاننے والے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے، اگر آپ لوگ چاہیں، جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، جو کچھ آپ سنتے ہیں، ان میں کہیں آپ کو کوئی اشکال ہو، کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئی، آپ ہمیں خط لکھیں۔ ہم بھی یہ دیکھیں کہ ہمارے پاس دس بارہ پندرہ بیس پچاس سوال آ گئے ہیں، ہم آپ کو اسی طرح بلائیں ...... کہ ہم سے پوچھو بھئی ہمیں کوئی شوق تھوڑا ہی ہے کہ تقریر ہی سناتے رہیں آپ کو۔ اگر آپ سمجھنا چاہیں اور سمجھنا چاہیے تو یہ بھی ایک نشست ایسے ہوسکتی ہے۔ سوال جواب کی نشست ہے، اس میں تقریر ہوتی ہی نہیں۔ ایک آدمی کے سوال سے دس آدمی مستفید ہوں گے۔ انشاء اللہ اس میں بھی کوئی مشکل کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمت دے، توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہمت اور توفیق دے کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات ہم پڑھیں، سمجھیں اور غور کریں اور اُن پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں۔